© rasailojaraid.com



# اسلام اور نظامِ سرمایہ داری

## جذبۂ اکتناز کی مضرتوں پر ایک نظر

## قرآن مجید کی روشنی میں

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ (۱۰۲-۱،۲)

(ترجمہ۔ کثرت کی خواہش نے تمہیں غافل کر رکھا حتی کہ تم قبروں میں جا پہنچے)

از جناب میر ولی اللہ صاحب ایڈوکیٹ ایبٹ آباد

دنیا کا زر و مال بُری چیز نہیں، اچھی چیز ہے۔ تمام دنیاوی ضروریات اسی سے پوری ہوتی ہیں۔ اکثر دینی مقاصد بھی اسی کے ذریعے سرانجام پاتے ہیں۔ چنانچہ جا بجا قرآن مجید میں دولتِ دنیا کو لفظِ خیر اور لفظ فضل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۶۲-۱۰)

"پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (یعنی رزق) کو تلاش کرو۔"

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۷۳-۲۰)

"اور بعض اور لوگ ہیں جو زمین پر پھرتے ہیں اللہ کے فضل (یعنی روزی) کو تلاش کرتے۔"

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (۲-۲۱۵)

"کہو جو کچھ بھی خیر (یعنی اچھے مال) سے خرچ کرو۔ وہ والدین، قرابت داروں، یتیموں مسکینوں اور مسافر کے لئے ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (۱۰۰-۸) اور وہ خیر (یعنی مال) کی محبت میں سخت ہے

پس دولتِ دنیا کی مذمت تو کسی حال میں جائز نہیں۔ بعض انتہا پسند بزرگوں نے اور خصوصاً بعض شعراء نے تو دنیا کے زر و مال کو مطلق لعنت قرار دے رکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسلامی ادبیات میں اس انتہا پسندانہ روش نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ مسلمانوں کی سیاسی پستی ایک حد تک اقتصادی پستی کا نتیجہ ہے اور یہ اقتصادی پستی ایک حد تک اسی قسم کی ادبیات کا نتیجہ ہے بعض لوگوں نے تو اس بارے میں اتنا مبالغہ کیا کہ فی الواقعہ دوسرے رنگ میں وہ رہبانیت کی تعلیم دینے لگ گئے۔ حالانکہ انھیں یہ بھولنا نہ چاہیئے تھا کہ اسلامی تعلیمات میں رہبانیت کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر کسبِ معیشت کی تعلیم موجود ہے۔ ذیل میں "اسلام کا اقتصادی نظام"، مصنفہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی (صفحات ۶۲-۶۳) سے چند احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ اسلام نے طلبِ معیشت پر کتنا زور دیا ہے۔

| | |
|---|---|
| قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔ | "رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فریضہ عبادت کے بعد کسبِ حلال (سب سے بڑا) فریضہ ہے۔" |
| قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم الفجر فلا تنوموا عن طلب ارزاقکم | "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکو تو اپنے رزق کے لئے جدوجہد کئے بغیر نیند کا نام نہ لو۔" |
| قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الذنوب ذنوبٌ لا یکفرھا الا الھم فی طلب المعیشت۔ | "رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہوں میں سے بعض گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ صرف طلبِ معیشت کی فکر ہی سے ہو سکتا ہے۔" |



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ — حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم
اطلبوا الرزق فی خبایا الارض — اپنی روزی کو زمین کے پوشیدہ خزانوں میں تلاش کرو۔

قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ — حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
لا یقعد احدکم عن طلب الرزق۔ — تم میں سے کوئی شخص طلب رزق کو چھوڑ کر بیٹھ نہ جائے

نہ صرف کسبِ معیشت اور طلبِ رزق ہی واجب ہے بلکہ ایک حد تک دولت جمع رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ انسان پر ہر طرح کا زمانہ آتا ہے۔ کبھی رزق میں فراخی ہوتی ہے کبھی تنگی، کبھی دولت کمانے کی طاقت زیادہ ہوتی ہے کبھی کم۔ بلکہ بعض دفعہ دولت کمانے کی طاقت بالکل نہیں رہتی۔ اس لئے حسبِ مقدور ہر آدمی کا فرض ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ ہمیشہ پس انداز کرتا رہے۔

قرآن مجید میں جہاں بارہا بار بلکہ صدہا بار زکوٰۃ وصدقات وغیرہ کی ادائیگی کی تاکید آئی ہے۔ وہاں جا بجا اس بارے میں بھی افراط وتفریط سے منع کیا گیا ہے اور میانہ روی کی تعلیم دی گئی ہے۔ چنانچہ حکم ہے کہ

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (۱۷-۲۹)

اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کے ساتھ باندھ ہی نہ دے اور نہ اس کو انتہائی حد تک کھول ہی دے کہ پھر ملامت کیا ہوا پچھتاتا ہوا بیٹھ رہے۔

یعنی اتنا بخیل بھی نہ بن کہ اپنے آپ پر اپنے اہل وعیال پر اور مستحقین پر خرچ کرنا بالکل چھوڑ دے۔ اور نہ اتنا سخی بن کہ سب کچھ خرچ کر ڈالے یا سب کچھ دے ڈالے اور پھر پشیمان اور محتاج بن کر بیٹھ رہے۔

مسلمانوں میں عام طور سے جذبۂ زر اندوزی کی شکایت کم ہے اور فضول خرچی کی شکایت زیادہ۔ غیر مسلم جماعتوں میں معاملے کی صورت بالکل برعکس ہے۔ اُن دنوں کی بات ہے کہ میں بی اے کر کے لا کالج میں پڑھ رہا تھا۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں گھر آیا ہوا تھا۔ اس سال مرحوم میاں شاہ دین صاحب



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جج چیف کورٹ لاہور بھی گرمیاں گزارنے ایبٹ آباد آئے ہوئے تھے۔ والد مرحوم و مغفور اور میاں صا موصوف ہر روز شام کے وقت سیر کے لئے اکٹھے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی میں بھی ساتھ چلا جایا کرتا تھا۔ ایک دن ہم تینوں بازار سے گزر رہے تھے کہ میں نے ایک دکاندار کی طرف اشارہ کرکے میاں صاحب سے کہا کہ یہ شخص شہر میں سب سے بڑا کنجوس ہے۔ یہ سن کر میاں صاحب ایک آدھ منٹ تو خاموش رہے۔ پھر والد مرحوم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ "میر صاحب! میں جب کسی مسلمان کی نسبت یہ سنتا ہوں کہ وہ کنجوس ہے تو بہت خوش ہوتا ہوں کہ آخر کوئی مسلمان تو ہے جو فضول خرچ نہیں" میاں صاحب مرحوم کے یہ الفاظ سن کر میں نادم بھی ہوا کہ خواہ مخواہ ایک آدمی کی بدگوئی اور غیبت کی اور خوش بھی ہوا کہ ایک بڑا نکتہ ہاتھ آگیا۔ فی الواقعہ میاں صاحب مرحوم نے بہت پتے کی بات کہی۔ میں اُن کے اس ارشاد کو کبھی بھول نہیں سکتا۔

دولت جتنی بھی زیادہ ہو، اتنی ہی اچھی ہے خدا کی نعمت ہے اور خدا کا فضل۔ بشرطیکہ جائز طریقوں سے حاصل کی گئی ہو۔ اور اس میں جتنے لوگوں کا حق ہے وہ بھی ادا کیا جائے اگر یہ نہ ہو تو دولت فی الواقعہ لعنت ہے اور جتنی زیادہ ہو۔ اتنی بڑی لعنت۔ قرآن مجید میں ہے۔

| | |
|---|---|
| وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ | "جو لوگ جمع رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اللہ |
| وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ | کی راہ میں اسے خرچ نہیں کرتے، ان کو دردناک |
| بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا | عذاب کی خوشخبری دو جس دن اس سونے |
| فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ | چاندی کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا |
| وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۔ هٰذَا مَا | اور اس سے ان کے ماتھے پہلو اور پیٹھیں داغ |
| كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ | دی جائیں گی کہ یہ ہے جو تم نے جمع کیا تھا |
| تَكْنِزُوْنَ ۝ (۹-۳۴، ۳۵) | اپنے لئے پس جو تم نے جمع کیا تھا اس کا مزہ چکھو |

یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اکتناز ہی معیوب ہے جس سے زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ ادا نہ کئے جائیں۔ محض جمع آوری اور زراندوزی اور خزانے بھرنا برا نہیں۔ حضرت رسولِ کریم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لئے فرض کی ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد جو کچھ بچ رہے وہ پاک ہوجائے (ابوداؤد)

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ" جب مال کی زکوٰۃ ادا ہوچکی تو تمہارا باقی مال پاک ہوگیا پھر اسے جمع کرو اور خزانے بھرو کوئی ڈر نہیں۔" (ج ۲ ص ۱۰)

جس چیز کو ہم آج کل عرفِ عام میں سرمایہ داری کہتے ہیں وہ چیز اسلام کے اقتصادی نظام میں قطعاً غیر ممکن ہے۔ اگر اسلام کی تعلیمات پر پوری سختی سے عمل کیا جائے تو ان معنوں میں کسی شخص کا سرمایہ دار بن جانا ممکن ہی نہیں۔ اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے اسلامی اقتصادی اصولوں پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ اسلامی حکومت میں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک طرف تو چند آدمی انتہائی عیش وعشرت میں زندگانی بسر کررہے ہوں اور دوسری طرف پڑوس میں ہی بعض آدمی بھوک سے مر رہے ہوں۔ ایک طرف ایک آدمی شاہانہ زندگی بسر کررہا ہو اور دوسری طرف ایک آدمی کے پاس نہ کھانے کو ہو نہ پہننے کو اور اگر بیمار پڑے تو علاج کے لئے بھی کچھ نہ ہو۔

بنگال کے قحط کو ابھی دنیا بھولی نہیں۔ کلکتہ کے جس شہر میں ہزاروں آدمی عیش وعشرت سے وقت گزار رہے تھے وہاں انہی دنوں اسی شہر کی گلیوں میں ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمی مرد اور عورت، بوڑھے اور بچے فاقوں سے جان توڑ رہے تھے۔ ایک طرف لاکھوں آدمی روٹی نہ ملنے کی وجہ سے مر رہے تھے اور دوسری طرف احتکار و اکتناز کے مرتکب سرمایہ دار غلہ فروش کروڑوں روپے کا ناجائز منافع حاصل کررہے تھے۔ لوگوں نے اندازہ لگایا ہے کہ اس قحط میں بھوک کی وجہ سے فی موت سرمایہ داروں نے دو دو ہزار روپیہ غلہ کی گراں فروشی سے منافع حاصل کیا ہے سرمایہ داری کا یہی نظام ہے جو بنی نوعِ انسان کے لئے ایک لعنت ہے اور قہرِ الٰہی کی ایک شکل۔

اسلامی نظام میں یہ صورتِ حالات کبھی واقع ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اسلامی تعلیمات میں اس قسم کی سرمایہ داری کے خلاف بعض نہایت سنگین موانع موجود ہیں۔

مانع اول | زکوٰۃ۔ ہر صاحب نصاب مسلمان پر زکوٰۃ فرض ہے۔ چاندی کا نصاب دوسو درم یعنی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ساڑھے باون تولہ۔ سونے کا نصاب بیس دینار یعنی ساڑھے سات تولہ۔ اسی طرح اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری وغیرہ کا الگ الگ نصاب مقرر ہے۔ شرح زکوٰۃ ہے مال کا چالیسواں حصہ یعنی اڑھائی فی صدی۔

یاد رہے کہ زکوٰۃ انکم ٹیکس کی طرح آمدنی پر نہیں بلکہ کل سرمایہ پر ہے یعنی جس قدر تجارتی سرمایہ کسی شخص کے پاس موجود ہے اس تمام سرمایے کا چالیسواں حصہ اسے ہر سال زکوٰۃ میں دینا پڑتا ہے چند ضروریات کو مستثنیٰ کر کے باقی تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر زکوٰۃ لازم ہے۔

آج کل کی طرح زکوٰۃ کی حیثیت انفرادی نہیں کہ جو شخص چاہے ادا کرے اور جو نہ چاہے نہ ادا کرے۔ یا کم و بیش ادا کرے۔ بلکہ اسلامی حکومت میں زکوٰۃ کی وصولی بطور ایک ٹیکس کے حکومت خود کرتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں چند قبائل عرب نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا تو انھوں نے ان قبائل پر جہاد کا ارادہ کیا۔ اس پر بعض صحابہ کبار نے کہا کہ مسلمانوں پر جہاد کس طرح ہو سکتا ہے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بکری کا ایک بچہ بھی زکوٰۃ میں دیتا تھا اگر وہ اس کے دینے سے انکار کرے گا تو میں اس کے مقابلے میں جہاد کروں گا۔

زکوٰۃ کا بڑا مصرف مسکینوں کی امداد ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ان اللہ قد فرض علیھم صدقۃ | کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے |
| توخذ من اغنیائھم فترد علی فقرائھم | تاکہ ان کے دولت مندوں سے لیکر ان کے |
| (متفق علیہ) | مسکینوں کو دی جائے۔ (بخاری و مسلم) |

قانونِ اسلامی میں زکوٰۃ کے مصرف یہ لکھے ہیں۔ فقیر و مسکین و عامل و مکاتب و مدیون اور منقطع الغزات وابن سبیل یعنی مسکینوں اور فقیروں کی امداد کرنا۔ زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو تنخواہ دینا، غلام کو آزاد کرانا، مقروض کا قرض ادا کرنا۔ جہاد کی ضروریات کا حاجت مند مجاہد کے لئے مہیا کرنا اور مسافر کی امداد کرنا۔ آپ نے دیکھا کہ سوائے زکوٰۃ وصول کرنے والے کی تنخواہ کے زکوٰۃ کی باقی تمام آمدنی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



محتاجوں کی حاجت برآری میں صرف ہوتی ہے۔

اسلامی حکومت میں زکوٰۃ کا تمام روپیہ بیت المال (خزانے) میں جمع ہوتا تھا اور پھر حکومت کی طرف سے نادار لوگوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ یہ تقسیم بھی باضابطہ ہوتی تھی۔ تمام معذور اور محتاج لوگوں کی فہرستیں مرتب ہوتی تھیں اور ان کو باقاعدہ ماہانہ ملتا تھا۔ تاریخ اسلام کی سرسری ورق گردانی سے جو معلومات اس بارے میں مہیا ہوتی ہیں۔ انھیں دیکھکر آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اسلامی عہدِ حکومت میں صورتِ حالات کیا تھی۔

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت کا واقعہ ہے کہ "ایک مرتبہ ایک قافلہ آیا اور مدینہ کے باہر اترا آپ اس کی خبرگیری اور حفاظت کے لئے تشریف لے گئے۔ پہرہ دے رہے تھے کہ ایک بچہ کے رونے کی آواز سُنی۔ پاس جاکر اس کی ماں کو تاکید کی کہ بچہ کو بہلائے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اُدھر سے گزرے تو پھر بچہ کو روتے پایا۔ ماں کو ڈانٹا کہ تو بڑی بے رحم ہے۔ اس نے کہا تم کو اصل واقعہ کی خبر نہیں ہے، خواہ مخواہ مجھے دق کرتے ہو۔ بات یہ ہے کہ عمرؓ نے حکم دیا ہے کہ جب تک بچے دودھ نہ چھوڑیں اس وقت تک بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے۔ اس لئے میں اس کا دودھ چھڑا رہی ہوں۔ اس پر وہ روتا ہے یہ سن کر حضرت عمرؓ سخت متاثر ہوئے اور فرمایا ہائے عمرؓ تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا۔ اسی دن منادی کرادی کہ جس دن سے بچہ پیدا ہو۔ اسی دن سے وظیفہ مقرر کیا جائے۔"[1]

"حضرت عمرؓ کو اس کا بڑا خیال تھا کہ رعایا کا کوئی فرد بھوکا نہ رہنے پائے۔ چنانچہ ملک میں جس قدر معذور و مجبور اور ازکار رفتہ آدمی تھے بلا قید ملت و مذہب بیت المال سے سب کے روزینے مقرر تھے۔ لقطہ یعنی ان لاوارث بچوں کی پرورش کا انتظام بھی بیت المال سے تھا جن کی مائیں انھیں راستوں پر پھینک جاتی تھیں ایسے بچوں کے لئے ابتدا میں سو درہم سالانہ مقرر ہوتے تھے پھر ان کی عمر بڑھنے کے ساتھ اس میں سال بسال ترقی ہوتی جاتی تھی۔"[2]

عثمانی عہدِ خلافت کی بات ہے کہ "آمدنی میں اضافہ کے ساتھ آپ نے لوگوں کے وظائف

---

[1] تاریخ اسلام۔ شاہ معین الدین احمد حصہ اول ص ۲۱۴۔ [2] ایضاً ص ۲۱۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں اضافہ فرمایا جن لوگوں کو رمضان کے مصارف کے لئے نقد ملتا تھا ان کا کھانا بھی مقرر کیا۔" [۱]

"یہ ولید کا قابلِ فخر کارنامہ ہے کہ اس نے تمام ممالکِ محروسہ کے معذور ناکارہ اور اپاہج لوگوں کے روزینے مقرر کر کے انھیں بھیک مانگنے کی ممانعت کر دی۔ اندھوں کی رہنمائی اور اپاہجوں کی خدمت کے لئے آدمی مقرر کئے۔ یہ وہ کارنامہ ہے جس سے آج کل متمدن حکومتیں بھی عاجز ہیں۔ یتیموں کی کفالت اور ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ اشیاء کے نرخ کی نگرانی بھی رعایا کی بڑی خدمت ہے۔ ولید خود بازاروں میں جا کر چیزوں کی قیمت دریافت کر کے ان کو کم کراتا تھا۔" [۲]

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ "ملک میں جتنے مجبور اور معذور اشخاص تھے۔ سب کے نام درج رجسٹر کر کے ان کا وظیفہ مقرر کیا۔ اگر اس میں کسی عامل سے ذرا بھی غفلت ہوتی تھی تو سخت تنبیہ کرتے تھے۔ بعضوں کو نقد کی بجائے جنس ملتی تھی۔ ان کے علاوہ تمام ملک کے حاجتمندوں میں صدقات تقسیم ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو غربا میں صدقات تقسیم کرنے کے لئے رقعہ بھیجنا چاہا۔ اس نے عذر کیا کہ میں ناواقفیت کی وجہ سے وہاں کے امیر و غریب میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ فرمایا جو تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے اسے دیدینا۔ ناجائز آمدنیوں کے سدباب، مظالم کے انسداد اور عام داد و دہش کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے زمانے میں رعایا بڑی آسودہ حال ہو گئی ملک کے طول و عرض سے افلاس و غربت کا نام و نشان مٹ گیا اور کچھ دنوں میں صدقہ لینے والے نہ ملتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ڈھائی برس خلافت کی۔ اس مختصر مدت میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ لوگ عمال کے پاس صدقہ کا مال تقسیم کرانے کے لئے لے جاتے تھے۔ اور کوئی لینے والا نہ ملتا تھا اور وہ لوگ مجبور ہو کر صدقہ واپس لے جاتے تھے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے رعایا کو اس قدر آسودہ حال کر دیا تھا کہ کوئی شخص حاجت مند باقی ہی نہ رہ گیا تھا۔" [۳]

انہی کے متعلق لکھا ہے کہ "ممالک محروسہ میں بکثرت سرائیں بنوائیں، خراسان کے والی کو لکھا کہ وہاں کے تمام راستوں میں سرائیں تعمیر کرائی جائیں۔ سمرقند کے والی سلیمان بن ابی السری کو حکم

[۱] تاریخ اسلام۔ شاہ معین الدین احمد حصہ اول ص ۲۷۷۔ [۲] ایضاً حصہ دوم ص ۲۰۴ و ۲۰۵ [۳] ایضاً ۲۷۴ و ۲۷۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بھیجا کہ اس علاقے کے تمام شہروں میں سرائیں تعمیر کرائی جائیں اور جو مسلمان ادھر سے گزرے۔ ایک شبانہ یوم اس کی میزبانی کی جائے۔ اس کی سواری کی حفاظت۔۔۔۔۔۔ کی جائے۔ بیمار مسافر کی دو دن میزبانی کی جائے۔ جس کے پاس گھر تک پہنچنے کا سامان نہ ہو۔ اس کا سامان کیا جائے"۔ [1]

نہ صرف مسلم رعایا بلکہ غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا تھا۔ چنانچہ " نادار بیکس اور معذور ذمی جزیہ سے مستثنیٰ تھے اور بیت المال سے ان کی کفالت کی جاتی تھی۔ حیرہ کی فتح سے کے معاہدے میں اس کی تصریح ہے کہ اگر کوئی بوڑھا ذمی کام کرنے سے معذور ہو جائے۔ یا کوئی آفت آئے یا دولت مندی کے بعد غریب ہو جائے اور اس کے اہل مذہب اسے خیرات دینے لگیں تو اس کا جزیہ موقوف کر دیا جائے گا اور اس کی اولاد کو مسلمانوں کے بیت المال سے خرچ دیا جائے گا۔ یہ معاہدہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی اسی پر عمل رہا۔ بلکہ آپ نے اس کو قرآنی استدلال سے اور زیادہ موکد کر دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضعیف شخص کو بھیک مانگتے دیکھا۔ پوچھا بھیک کیوں مانگتا ہے۔ اس نے کہا مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے اور مجھ کو اس کے ادا کرنے کا مقدور نہیں۔ یہ سن کر آپ اسے اپنے گھر لے گئے اور کچھ نقد دیکر داروغہ کو کہلا بھیجا کہ اس قسم کے معذوروں کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے"۔ [2]

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ ذمیوں کے ساتھ نرمی برتو۔ ان میں جو بوڑھا اور نادار ہو جائے اس کی کفالت کا انتظام کرو۔ اگر اس کا کوئی صاحب حیثیت رشتہ دار ہو تو اسے اس کی کفالت کا حکم دو۔ ورنہ بیت المال سے کفالت کا انتظام کرو۔ جس طرح اگر تمہارا کوئی غلام بوڑھا ہو جائے تو اسے یا تو آزاد کرنا پڑے گا یا مرتے دم تک اس کی کفالت کرنی پڑیگی"۔ [3]

تاریخ فیروز شاہی مصنفہ شمس سراج عفیف میں لکھا ہے کہ " بادشاہ باخیر و برکت نے مثل دیگر سلاطینِ عالم کے ناکتخدا غریب لڑکیوں کی تزویج کے لئے دیوانِ خیرات بنا کئے۔ وہ غمزدہ مسلمان جو فقیر و صاحب دختر تھے اور ان کی لڑکیاں حد بلوغ کو پہنچ چکی ہیں اور لڑکیوں کے باپ

---

[1] تاریخ اسلام۔ شاہ معین الدین احمد ج ص ۲۵۳ و ۲۵۴۔ [2] ایضاً ج ۱ ص ۲۱۲ و ۲۱۳۔ [3] ایضاً ج ۱ ص ۲۵۰



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نادار و مفلس ہیں اور اس وجہ سے ان کے دل پریشان و ملول ہیں بلکہ اوقاتِ متبرک میں بھی ان کے دل پریشان رہتے ہیں اور ان کو نہ شب کو خواب نصیب ہے اور نہ دن کو آرام۔ اس بنا پر بادشاہ نے حکم دیا کہ ایسے نادار اشخاص اپنے حال سے دیوانِ خیرات کو مطلع کر دیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دیوانِ خیرات کے عہدے دار ایسے اشخاص کی جستجو کریں۔ اور ان کو رقم خیرات عطا کریں۔ قسم اول کی پچاس تنگہ نقرہ اور قسمِ دوم تیس اور قسم سوم بیس تنگہ خیرات مقرر کی گئی۔ مختصر یہ کہ ایسا ایک خیرات خانہ قائم ہوا اور عہدہ دار اس کے انتظام میں مشغول ہوئے اور نادار مسلمان عورات کثیر تعداد میں ہر طرف سے آکر اپنی لڑکیوں کے نام درج کرا کے بیشمار اسباب ان کی تزویج کے لئے حاصل کرنے لگیں۔ غرضکہ بادشاہ کی عنایت و مہربانی سے ہزارہا لڑکیوں کے کارِ خیر سے فراغت ہوئی اور حدیث شریف کے مطابق کہ لڑکیاں رزق رسانی کی مستحق ہیں ان کے لئے سامان تزویج ہونے لگا حقیقت یہ ہے کہ لڑکیاں بھی عجیب مخلوق ہیں جن کی بابت خداوندِ کریم نے قرآن پاک میں باقیات الصالحات کا لفظ ارشاد فرمایا ہے۔ ؎۱

ایک اور مقام پر لکھا ہے "اسی طرح فقراء و مساکین کے گروہ کو جو درماندہ و عاجز تھے۔ ایک کروڑ تنگے سالانہ مرحمت فرمائے تھے۔ تاکہ یہ گروہ اطمینانِ قلب کے ساتھ دین پروری کرے اور حاجاتِ دنیوی سے بے نیاز ہو کر آخرت کی نعمتیں حاصل کرے" ؎۲

مانع دوم | عشر۔ زراعتی زمینوں پر زکوٰۃ کی جگہ ایک اور ٹیکس ہے جسے عشر کہتے ہیں۔ بارانی زمین اور ندی نالوں سے سیراب ہونے والی زمین کی پیداوار کا ایک عشر یعنی دسواں حصہ حکومت بیت المال کے لئے وصول کرتی ہے۔ کنویں وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمین کی پیداوار کا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ وصول کیا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس زمین کی سیرابی بغیر خرچ اور محنت کے قدرتی ذرائع سے ہوتی ہے اس کا ٹیکس زیادہ ہے اور جس زمین کو خرچ اور محنت سے سیراب کیا جائے اس پر ٹیکس کم ہے۔ عشری زمینوں پر جو شہد پیدا ہوتا ہے اس پر بھی عشر واجب الادا ہے۔

---

؎۱ ترجمہ اردو از مولوی محمد فدا علی صاحب طالب ص ۲۴۲۔ ؎۲ ایضاً ص ۱۲۹۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



عشر کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں یعنی اس ٹیکس کی آمدنی بھی مسکینوں اور ناداروں کی امداد پر خرچ کی جاتی ہے۔

مانع سوم | عشور۔ سوداگر جو مالِ تجارت لیکر ایک ملک سے دوسرے ملک میں آتے جاتے ہیں۔ یہ محصول ان سے لیا جاتا ہے۔ اس محصول کی وصولی کے لئے ملک کی سرحدوں پر حکومت کی طرف سے چوکیاں نصب کی جاتی تھیں۔ مسلمان تاجروں سے تو جو رقم بطور عشور وصول ہوتی تھی۔ وہ ان کی زکوٰۃ میں محسوب ہوتی تھی۔ البتہ ذمی اور حربی سوداگروں سے یہ رقم بطور محصولِ تجارت وصول ہوتی تھی۔ ذمی کافر جتنا مالِ تجارت ساتھ لیکر چوکی سے گزرتا تھا اسے اُس مال کا بیسواں حصہ بطورِ عشور دینا پڑتا تھا۔ حربی کافر سے مالِ تجارت کا دسواں حصہ لیا جاتا تھا۔ یہ محصول آج کل کی کسٹم ڈیوٹی کی قسم سے ہے۔

اس محصول کی آمدنی ہر قسم کے وظائف اور شعبہ ہائے حکومت کے انتظامی اخراجات میں صرف کی جاتی تھی۔

مانع چہارم | رکاز۔ سونے چاندی لوہے وغیرہ کی کانوں کی آمدنی سے پانچواں حصہ بیت المال میں جاتا تھا۔ اور اگر کوئی دفینہ مل جاتا تو اس کا بھی یہی حکم تھا۔ اس ٹیکس کو خمس کہتے ہیں۔

رکاز کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں۔ یعنی یہ ٹیکس بھی محتاجوں اور ناداروں کی امداد میں خرچ ہوتا تھا۔

مانع پنجم | صدقات۔ زکوٰۃ۔ عشر عشور اور رکاز کے علاوہ بھی قرآن کریم اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں متفرق صدقات وخیرات کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ صدقات بعض حالات میں واجب اور بعض حالات میں صرف مستحب ہوتے ہیں۔ صدقاتِ واجبہ تو ضرور بیت المال میں داخل کرنے پڑتے ہیں۔ البتہ مستحب صدقات کو آدمی چاہے تو خود محتاجوں میں تقسیم کردے اور چاہے تو بیت المال میں داخل کردے۔

روزہ نہ رکھ سکے تو غریبوں کو کھانا کھلائے۔ روزہ توڑدے تو غریبوں کو کھانا دے۔ کوئی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



فضول قسم کر بیٹھے تو اس کو توڑنے کے لئے مسکینوں کو روٹی کھلائے غرضکہ بیسیوں ایسے موقعوں پر صدقات اور خیرات کرنے کا حکم ہے۔ چند مثالوں سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے۔

| | |
|---|---|
| والذین یُظٰھرون من نسآءھم ثم | اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں اور |
| یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من | پھر جو کہا تھا اس کی طرف پھر جاتے ہیں وہ |
| قبل ان یتمآسا۔ ذلکم توعظون بہ | ایک غلام آزاد کریں پیشتر اس کے کہ بیوی کو |
| واللہ بما تعملون خبیر۔ فمن لم یجد | ہاتھ لگائیں تمہیں یہ نصیحت دی جاتی ہے |
| فصیام شھرین متتابعین من قبل | اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے جو یہ نہ کر سکے |
| ان یتمآسا۔ فمن لم یستطع فاطعام | متواتر دو مہینے روزے رکھے پیشتر ہاتھ لگانے کے |
| ستین مسکینا۔ (۵۸۔ ۳ و ۴) | یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلائے |

ظہار یہ ہے کہ مثلاً بیوی کو کہہ دیا کہ تو میری ماں ہے۔ یہ اس یاوہ گوئی کا کفارہ ہے۔

| | |
|---|---|
| یا ایھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم | اے ایمان والو جب سرگوشی کرنے آؤ |
| الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم | پیغمبر سے تو اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات |
| صدقۃ۔ ذلک خیرٌ لکم واطھر | کر لیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاکیزہ۔ |
| فان لم تجدوا فان اللہ غفور | اگر خیرات کی توفیق نہ ہو تو اللہ بخشنے والا |
| رحیم (۵۸۔ ۱۲) | مہربان ہے۔ |

ایک اور مثال لیجئے۔

| | |
|---|---|
| فمن کان منکم مریضا او بہ اذًی | پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہو، یا سر میں |
| من راسہ ففدیۃ من صیام او | کوئی ایذا ہو تو بدلہ ہے روزے یا خیرات |
| صدقۃ او نسک (۲۔ ۱۹۶) | یا ذبح۔ |

یہ حج اور عمرہ کے تعلق میں سر منڈانے کے احکام میں ہے۔

لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم نہیں پکڑتا تم کو اللہ لغو قسموں میں۔ لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



| | |
|---|---|
| ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان | پکڑتا ہے تم کو قصد سے باندھی ہوئی قسموں |
| فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین۔ | میں۔ پس اس کا کفارہ دس مسکینوں کو |
| (۵ - ۸۹) | کھانا کھلانا ہے۔ |

کفارہ ارادتاً اور قصداً کی ہوئی قسم کے متعلق ہے۔

| | |
|---|---|
| یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقتلوا الصید | اے ایمان والو مت مارڈالو شکار کو بحالیکہ |
| وانتم حُرُم . . . اوکفارۃ | تم احرام میں ہو . . . یا اس کا کفارہ ہے |
| طعام مسٰکین (۵ - ۹۵) | مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ |

حالتِ احرام میں شکار منع ہے جو کرے کفارہ ادا کرے۔

| | |
|---|---|
| فمن کان منکم مریضاً او علی سفر | اور جو کوئی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو۔ |
| فعدۃٌ من ایام اخر۔ وعلی الذین | وہ اور دنوں سے یہ گنتی پوری کرے اور جو |
| یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ | لوگ طاقت رکھتے ہوں ان پر بدلہ ہے |
| (۲ - ۱۸۴) | فقیر کو کھانا کھلانا۔ |

یہ رمضان کے روزوں کے متعلق ہے۔ تنسیخ وغیرہ کے مسائل سے یہاں بحث نہیں۔

نوع ششم | مالِ غنیمت۔ مسلمان حاکم جب کسی شہر کو لڑائی کر کے فتح کرے تو وہاں جو مال منقولہ یا غیر منقولہ اس کے ہاتھ آئے وہ مالِ غنیمت کہلاتا ہے۔

مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کیا جاتا ہے۔

نوع ہفتم | فئ۔ اگر دشمن مسلمانوں کے لشکر سے مرعوب ہو کر لڑائی کئے بغیر بھاگ جائے تو جو مال وہ چھوڑ جائے فئ کہلاتا ہے۔

یہ مال قریباً تمام کا تمام یتیموں محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اسی طرح مالِ غنیمت میں بھی یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حصہ مقرر ہے۔

| | |
|---|---|
| واعلموا انما غنمتم من شئٍ فان | اور جانو کہ جو کچھ تمہیں غنیمت میں سے ملے۔ |



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



| | |
|---|---|
| للہ خمسہٗ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمٰی والمسٰکین وابن السبیل۔ (۸ - ۴۱) | اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور رسول کے قرابتیوں اور یتیموں اور فقیروں اور مسافروں کے لئے ہے۔ |

باقی چار حصے لشکر میں تقسیم ہوتے ہیں۔

مانع ہشتم | خاص ٹیکس۔ عام حالات میں تو مذکورہ بالا موانع کی موجودگی میں یہ صورت پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ کہ ایک طرف تو ایک آدمی خزانہ جمع کر لے اور دوسری طرف ایک آدمی ناداری کی وجہ سے فاقوں سے مر جائے۔ لیکن خاص حالات میں مثلاً قحط سالی وغیرہ کے وقت بعض ہنگامی صورتیں ایسی بھی پیدا ہو سکتی ہیں جن میں موانعِ ہشتگانہ مذکورہ بالا کے باوجود ملک کی اقتصادی سطح کو ہموار رکھنے کے لئے مزید ٹیکسوں کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ ان حالات میں امیر المومنین کو شرعاً حق حاصل ہے کہ وہ اہلِ ثروت لوگوں پر خاص ٹیکس عاید کر دے تاکہ قحطِ بنگال والی ہولناک صورت پیدا نہ ہو جائے اس کے علاوہ خراج۔ جزیہ۔ اوقاف وغیرہ وغیرہ حکومت کی آمدنی کی دیگر مدات سے بھی کام لیا جا سکتا ہے۔ بالفاظِ دیگر حکومت کا تمام تر خزانہ (بیت المال) فی الواقعہ اسی لئے ہے کہ رعایا کا کوئی آدمی بھوکا ننگا نہ رہے۔

غور سے دیکھیں تو صاف نظر آئے گا کہ زکوٰۃ۔ عشر، عشور اور صدقات نہایت سنگین اور گراں بار ٹیکس ہیں۔ کوئی حکومت بھی عام حالات میں اتنے بھاری ٹیکس عائد نہیں کرتی۔ لیکن اس کے ساتھ جب دنیا کی اقتصادی سطح پر نظر ڈالیں تو وہاں کی ناہمواری بھی محیر العقول دکھائی دے گی۔ ایک آدمی لاکھوں کا مالک ہوتا ہے۔ تو دوسرا پیسے پیسے کا محتاج۔ ایک آدمی محلوں میں رہتا ہے اور دوسرا سر چھپانے کے لئے ایک جھونپڑی بھی نہیں رکھتا۔ ایسی ناہمواری کو کسی موثر حد تک دور کرنے کے لئے ایسے سنگین ٹیکسوں کے بغیر اور کوئی چارۂ کار ہی نہیں۔ جن حکومتوں کے خزانے سے غریبوں مسکینوں یتیموں اور معذور لوگوں کے لئے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہو سکتا۔ ان حکومتوں کی ٹیکس گزار رعایا اگر ٹیکسوں کی گراں باری کے خلاف آواز اٹھائے تو وہ حق بجانب ہے۔ لیکن اسلامی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نظامِ اقتصادیات میں ٹیکسوں کی سنگینی پر اُن کے مصارف کی موجودگی میں کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

علاوہ مذکورہ بالا موانع کے قانونِ اسلام میں بعض اور ایسے موانع بھی موجود ہیں۔ جو سرمایہ دارانہ نظامِ اقتصادیات کو خطرناک حدود تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔ ذیل میں مختصر طور سے چند ایسے موانع کا ذکر کیا جاتا ہے۔

**مانع نہم** سود کی ممانعت۔ دنیا کی مالی سطح کو ناہموار کرنے میں سودی کاروبار کا بڑا ہاتھ ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دکاندار سو دو سو کے سرمایہ سے کسی گاؤں میں جاکر دکان لگا دیتا ہے اور ساتھ ہی پانچ پانچ دس دس روپے سود پر لوگوں کو قرض دینا شروع کر دیتا ہے۔ رقمیں تھوڑی ہوتی ہیں لیکن شرحِ سود بہت سنگین ہوتی ہے۔ پانچ دس سال کے اندر اندر وہ دکاندار ایک بڑا مالدار ساہوکار بن جاتا ہے اور گاؤں کے غریب زمیندار سود کے نیچے دب کر گھر بار نیلام کرا بیٹھتے ہیں۔

سودی کاروبار سرمایہ داری کو ترقی دینے کے بڑے موثر وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے۔ اسلام نے سودی لین دین کو قطعاً حرام قرار دیدیا ہے لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے سود لینا تو حرام سمجھ رکھا ہے لیکن سود دینا حلال۔

**مانع دہم** قانونِ وراثت۔ اکثر قوموں کا قانونِ وراثت بھی نظامِ سرمایہ داری کو ترقی دینے کا ایک ذریعہ ہے۔ اکثر ملکوں میں قانونِ وراثت بحقِ پسرِ کلاں رائج ہے۔ اس قانون کی رُو سے جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کی تمام ترجائداد کا مالک اس کا بڑا لڑکا ہو جاتا ہے دوسرے بیٹے صرف گزارہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ اس طرح بڑا بیٹا تو رئیس بن جاتا ہے اور اس کے چھوٹے بھائی گزارہ خور۔ بڑا بھائی ہزارہا ایکڑ زمین کا مالک اور چھوٹے بھائی پانچ پانچ دس دس کنال۔ زمین کے قابض۔ ہندوستان میں بھی بعض خاندان اور چند مسلمان خاندان بھی بروئے رواج اسی قانونِ وراثت پر کاربند ہیں۔ خود ہمارے ضلع میں بعض معزز مسلمان خاندان اسی رواج کے پابند تھے۔ لیکن اب صوبہ سرحد میں شریعت ایکٹ کے نافذ ہو جانے سے صورتِ حالات تبدیل ہو چکی ہے۔

قانونِ پسرِ کلاں کے علاوہ بھی عام قانونِ وراثت اکثر قوموں میں نظامِ سرمایہ داری کا



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ممد و معاون ہے۔ مثلاً عام قانونِ وراثت یہ ہے کہ صرف اولادِ نرینہ وراثت کی حقدار ہوتی ہے۔ بیٹیوں کو صرف شادی ہو جانے تک گزارہ ملتا ہے۔ بیوہ بھی صرف گزارے کی مستحق ہوتی ہے اگر اولادِ نرینہ نہ ہو تو ساتویں آٹھویں پشت سے ملتا ہوا کوئی آدمی آ کر وراثت کو سنبھال لے گا۔ لیکن بچاری بیٹیوں کو کچھ نہ ملے گا۔ پنجاب کے مسلمان آج بھی اسی ملعون قانون کے پابند ہیں۔ صوبہ سرحد میں البتہ چند سالوں سے اسلامی قانونِ وراثت کا عمل درآمد ہو چکا ہے۔

اس کے مقابلے میں اسلامی قانون کو دیکھئے۔ بیٹے، بیٹیاں، بیوی، خاوند، بہن، بھائی ماں باپ وغیرہ وغیرہ سب وراثت کے حقدار ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وراثت بسا اوقات سینکڑوں حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے اور لوگوں کی اقتصادی سطح میں کافی ہمواری پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر دنیا کی قومیں اسلامی قوانین پر کاربند ہو جائیں تو تھوڑے عرصہ میں سرمایہ داری کی لعنت دنیا سے دور ہو جائے۔ اسلام کا اقتصادی نظام تمام تر اسی اصول پر مبنی ہے کہ افراد کی مالی حالتوں میں جو تفاوت بعض صورتوں میں انتہائی حد تک جا پہنچتا ہے۔ اسے حتی الامکان کم سے کم درجے پر رکھا جائے اور اس بات میں شک کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں کہ اسلامی نظام اپنے مقصد کی تکمیل میں کامیاب ہوا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اس نظام کے اصولی احکام پر عمل درآمد نہ کریں۔

**بالشویزم** روسی بالشویزم کو سرمایہ دارانہ نظامِ اقتصادیات کی تباہ کاریوں کے علاج کا آج خیال آیا ہے۔ لیکن اسلام نے آج سے چودہ سو برس پہلے اس وبا کے مداوا کا نسخہ تجویز کر دیا تھا۔ بالشویزم نے اقتصادی سطح کی ناہمواری کو دور کرنے کے لئے ایک ہولناک بھونچال پیدا کیا۔ لیکن یہ بھونچال بذاتِ خود بڑی بڑی خونریز تباہیوں کا باعث بنا۔ اس کے مقابلے میں اسلام نے جو اقتصادی انقلاب پیدا کیا وہ نہایت آہستگی، نرمی، امن وامان اور تدریج کے ساتھ اپنا کام کرتا چلا گیا۔ اسلام کا طریقِ کار یہ ہے کہ بعض لوگوں سے کچھ لے کر بعض لوگوں کو کچھ دیا جائے۔ بالشویزم کا اصول یہ ہے کہ سب لوگوں سے سب کچھ چھین کر پھر سب لوگوں پر برابر برابر تقسیم کر دیا جائے۔ یہ طریقِ عمل قوانینِ قدرت اور خود انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ سب آدمی برابر نہیں۔ کوئی عقلمند ہے کوئی کم عقل اور کوئی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مطلق احمق۔ کوئی قوی ہے اور کوئی ضعیف۔ کوئی بیمار ہے اور کوئی تندرست۔ کوئی ہوشیار ہے اور کوئی چالاک، کوئی بالکل سادہ لوح، کوئی چست ہے اور کوئی سست وغیرہ وغیرہ اس لئے تمام افراد کی مالی حالت کو قطعی طور سے ہموار کردینے کی کوشش قوانینِ فطرت کے خلاف جنگ کرنا ہے اس طریق کا ہیں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس میں افراد کو کسبِ معیشت کے لئے کوئی وجہ محرک باقی نہیں رہتی۔

روئے زمین ہموار نہیں۔ پھر بھی لوگ جہاں تہاں تھوڑے تھوڑے ناہموار رقبے کو ہموار کرکے کھیتیاں بنا لیتے ہیں۔ پہاڑوں کے دامن میں، پہاڑوں کے پہلوؤں میں حتیٰ کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی زمیندار کھیتی باڑی کے لئے تھوڑی تھوڑی زمین ہموار کرلیتے ہیں اور ضرورت کے لئے کافی اناج پیدا کرلیتے ہیں۔ یہ پُرامن اور قدرتی طریقِ کار ہے۔ اسلام کا اقتصادی نظام بھی اسی پر چلتا ہے۔ بالشویزم کی کوشش یہ ہے کہ ایک ایسا زلزلہ پیدا کیا جائے کہ وادیاں اور کہسار سب ایک سطح پر آجائیں۔ ایسی کوشش کی ہولناکیاں اور تباہ کاریاں کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب روسی بھی اس حقیقت سے آشنا ہوچکے ہیں اور اپنے طریقِ عمل کو تبدیل کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔

**سرمایہ داری باعثِ غفلت** آمدم بسرِ مضمون۔ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ دولت بُری چیز نہیں بلکہ خیر ہے اور فضلِ خدا۔ دولت جمع کرنا بھی معیوب نہیں بلکہ ضروری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دولت کن حالات میں باعثِ خیر نہیں رہتی۔ اور لعنت بن جاتی ہے۔ قرآنِ کریم نے اِس سوال کا جواب دیا ہے۔

| | |
|---|---|
| الھٰکم التکاثر حتیٰ | غفلت میں ڈالے رکھا تم کو کثرت کی |
| زرتم المقابر (۱۰۲-۱و۲) | خواہش نے حتیٰ کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔ |

ان دو چھوٹی چھوٹی آیتوں میں نفسیاتِ انسانی کے عجیب وغریب نکتے بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ بعض انسانوں پر بسا اوقات ایک ایسی حالت طاری ہوجاتی ہے کہ

۱۔ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں اپنی اپنی دولت کو زیادہ کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ہوس کبھی پوری ہونے میں نہیں آتی۔ ایک کے پاس دس ہزار روپیہ ہے تو دوسرا



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پندرہ ہزار جمع کر لینے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔ جب اس کے پاس پندرہ ہزار ہو جاتے ہیں تو پھر بیس ہزار پورے کرنے میں سرگرداں ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے کے مقابلے میں وہ ہزاروں سے لاکھوں اور لاکھوں سے کروڑوں تک جا پہنچتے ہیں۔ لیکن تکاثر کی خواہش کسی صورت میں پوری نہیں ہو سکتی۔ نہ دولتِ دنیا کی کوئی حد ہے اور نہ ہوسِ انسانی کی۔ یاد رہے کہ لفظِ تکاثر میں ایک دوسرے کے مقابلے کے معنی بھی موجود ہیں۔

۲۔ پھر بتدریج تکاثر کی یہ ہوس اکتناز کے ان دلدادوں کے دل و دماغ پر غفلت کا ایک پردہ ڈال دیتی ہے۔ روزانہ یہ پردہ دبیز ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ غفلت ان لوگوں کو نہ صرف خدا سے غافل کر دیتی ہے بلکہ اکثر حالات میں وہ لوگ خود اپنے آپ سے بھی غافل ہو جاتے ہیں خدا سے غافل ہو کر یہ لوگ اپنے مال سے زکوٰۃ، عشر اور صدقات وغیرہ دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ اور خود اپنے آپ سے غافل ہو کر وہ اپنے پر اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا بھی حتی الوسع بند کر دیتے ہیں آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعض دولت مند آدمی باوجود بے حساب دولت و ثروت کے خود بھی خستہ حالی میں وقت گزارتے ہیں اور اپنے متعلقین کو بھی خستہ حال رکھتے ہیں۔ صاحبِ اولاد لوگوں کی صورت میں تو بھلا اتنا کہا جا سکتا ہے کہ وہ سب کچھ اپنی اولاد کے لئے جمع کر کے چھوڑ جانا چاہتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کے لئے آپ کیا کہیں گے جو صاحبِ اولاد بھی نہیں اور نہ ان کا کوئی ایسا قریبی عزیز ہے۔ جس کے لئے وہ جمع کر کے چھوڑ جانا چاہیں۔ پھر بھی وہ جمع ہی کرتے چلے جاتے ہیں اور اپنے آپ کو ہمیشہ بدحالی میں مبتلا رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی دولت ان کے مرنے کے بعد اُن کے دشمنوں کے کام آئیگی۔ اِن لوگوں کا یہ طرزِ عمل انہی غفلت کے پردوں کی وجہ سے ہے جن کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے ؎

مردِ ممسک بہرہ ور از جمع سیم و زر نشد رشتہ را ہرگز گلو از آبِ گوہر تر نشد

۳۔ ان لوگوں کے دل و دماغ پر غفلت کے یہ پردے مرتے دم تک پڑے رہتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی دولت ان کے کسی کام نہیں آتی۔ اس دولت سے نہ انھیں کوئی دنیاوی فائدہ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہوتا ہے اور نہ دینی۔ یہی وہ منزل ہے جس سے آگے چل کر دولتِ دنیا خیر و فضل نہیں بلکہ لعنت بن جاتی ہے اور یہی وہ دولت مندی ہے جس کی قرآن مجید نے جابجا مذمت کی ہے۔

نفسیاتِ انسانی کے طالب علم جانتے ہیں کہ دولت مند آدمیوں پر یہ حالت کس طرح طاری ہوتی ہے۔ انسان دولت کی اس لئے ہوس کرتا ہے کہ وہ اچھا کھائے، اچھا پہنے، اچھے مکان میں رہے اور اسی طرح اس کے اہل و عیال بھی خوش حالی میں وقت گزاریں گویا یہ خوش باشی مقصد ہے اور دولت اس مقصد کے حاصل کرنے کا وسیلہ۔ بعض آدمیوں کی زندگی میں ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ مقصد اُن کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور وسیلہ مقصد بن جاتا ہے یعنی ان لوگوں کی زندگی کا منتہائے مقصود ہی دولت جمع کرنا ہو جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کا ذکر قرآنِ کریم کی ان دو آیتوں میں کیا گیا ہے۔ جب انسان پر یہ حالت طاری ہو جاتی ہے تو وہ دولت جمع کرنے میں جائز و ناجائز اور حلال و حرام وسیلوں میں تمیز کرنا چھوڑ دیتا ہے اور زکوٰۃ و صدقات تو درکنار، وہ خود اپنی جان پر اور اپنے اہل و عیال پر بھی خرچ کرنے سے جی چراتا ہے۔

ز جمع مال ندانم نشاطِ ممسک چیست      کہ ہمچو کیسہ زر از بہر دیگرے دارد

بظاہر یہ بڑی عجیب بات نظر آتی ہے کہ زر و مال کے موجود ہوتے ہوئے بھی آدمی اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو، اپنے والدین کو اور اپنے دوسرے اقارب کو تکلیف میں رکھتا ہے اور خرچ نہیں کرتا۔ حقیقت میں یہ ایک سزا ہے جو خدا کی طرف سے ایسے آدمیوں کو دی جاتی ہے۔ یہ ایک قہرِ الٰہی ہے جو زکوٰۃ و صدقات میں بخل کرنے کا نتیجہ ہے۔ ایسے آدمی دولت کی محبت میں خدا کو بھول جاتے ہیں اور اس کی پاداش میں خدا ان پر ایک ایسی کیفیت طاری کر دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول جاتے ہیں اور پھر روپیہ بنانے کی محض ایک ٹکسال بن کر رہ جاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل آیت میں قرآن مجید نے اسی حقیقت کو بیان کیا ہے۔

ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم۔ اولٰئک ھم الفاسقون (۵۹-۱۹)      اور ان لوگوں کی مانند مت بنو جو خدا کو بھول گئے پس بھلا دیا خدا نے ان کو اپنا آپ۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دینی اور دنیوی فوز و فلاح سے ہر قسم کی محرومیوں پر اس آیت کا اطلاق ہو سکتا ہے انسان کی ہر نوع کی بدبختیاں ناکامیاں اور تباہ کاریاں فی الواقع اسی سبب سے ہوتی ہیں کہ وہ خدا کو بھول جاتا ہے آدمی اگر خدا کا ہو رہے تو کائنات کی ہر چیز اس کی ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ خدا سے منہ پھیرلے تو پھر ہر شے اس سے منہ پھیر لیتی ہے ؎

چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت　　چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

قرآن کریم میں دولت مندوں کی اور دولت مندی کی جا بجا مذمت کی گئی ہے اور زراندوزی کی مضرتیں بیان کی گئی ہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس دولت کو قرآن نے برا کہا ہے وہ صرف وہی دولت ہے جو آدمی کو خدا سے غافل کر دیتی ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بُدن　　نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ذیل میں قرآن مجید کی ان آیات کو جمع کیا گیا ہے جن سے سرمایہ دارانہ زراندوزی کی گوناگوں مضرتوں پر روشنی پڑتی ہے۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ دولت کی محبت بسا اوقات انسان کو خدا کی طرف سے غافل کر دیتی ہے۔ چنانچہ دولت مند آدمی سمجھنے لگ جاتا ہے کہ یہ زر و مال جو میں نے جمع کیا ہے وہ میری عقل و دانش، علم و فن، محنت اور تدبیر کا نتیجہ ہے۔ اسے کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ یہ سب کچھ خداوندِ کریم کا دیا ہوا ہے اور اسی کے فضل و کرم کا ثمرہ ہے۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ　　اس نے کہا بات یہ ہے کہ مجھے دیا گیا یہ مال

عِنْدِیْ (۲۸ - ۷۸)　　بسبب اس علم کے جو میرے پاس ہے۔

یہ قارون کا قول ہے۔ جب اس کی قوم نے اسے کہا کہ اتنا خوش مت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ تجھے چاہیے کہ اپنی دولت کے ذریعے اپنی آخرت کو سنوارے اور تجھے دنیا سے اپنا حصہ نہیں بھولنا چاہیے۔ جس طرح خدا نے تجھ پر احسان کیا ہے تجھے چاہیے کہ خلقِ خدا پر احسان کرے اور زمین پر فساد برپا نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



قارون نے جواب دیا کہ یہ مال و دولت جو میرے پاس جمع ہے میرے علم کا نتیجہ ہے (یعنی اس میں خدا کا احسان کیا ہے)۔

قارون پر ہی منحصر نہیں۔ ہر ایک سرمایہ دار یہی کہتا ہے اور اگر کہتا نہیں تو یہی سمجھتا ہے کہ میری دولت، میری محنت، چالاکی ہوشیاری اور لیاقت کا نتیجہ ہے سرمایہ داری کی یہ سب سے بڑی لعنت ہے جو دولتمند آدمی پر نازل ہوتی ہے۔

سرمایہ داری باعثِ تکبر | سرمایہ داری کی دوسری بڑی مضرت جو قرآن مجید میں بیان ہوئی وہ یہ ہے کہ دولت مند آدمی کم دولت لوگوں کو رذیل سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگرچہ فی الواقعہ وہ غریب آدمی خدا کے نزدیک بہ نسبت ان دولت مندوں کے بہت زیادہ شریف۔ بہت زیادہ متقی اور بہت زیادہ نجیب ہوتے ہیں۔ بنی نوعِ انسان کی یہ سب سے بڑی بدبختی ہے کہ دولت مند لوگوں کی جماعت اپنے آپ کو شریف اور کم مایہ لوگوں کو رذیل سمجھتی ہے اور اپنی دولت کے زور سے اس ظالمانہ اور غلط تفریق کو ہمیشہ قائم رکھنے میں کامیاب ہوتی ہے۔ حالانکہ ذاتی شرافت ان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے جنھیں دنیا رذیل سمجھتی رہتی ہے۔ یہی ناجائز تفریق دنیا کے سیاسی مذہبی، اخلاقی اور سماجی اصلاحات کے رستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے۔

قالوا انؤمن لک واتبعک الارذلون (۲۶-۱۱۱) | انھوں نے کہا کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں حالانکہ تیرے پیرو رذیل لوگ ہیں۔

یہ قول ہے قوم نوحؑ کا۔ اور رذیل ان لوگوں کو کہا جو مومن اور مسلم تھے اور حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو کہا کہ تم خدا سے ڈرتے کیوں نہیں۔ میں تمہاری ہدایت کے لئے ایک باامانت پیغمبر بھیجا گیا ہوں اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ میں اس ہدایت کے بدلے تم سے کچھ مانگتا نہیں۔ میرا بدلہ تو میرا خدا دے گا۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ ان کم بخت لوگوں نے جنھیں اپنی دولت کا گھمنڈ تھا جواب دیا کہ ہم تیری اطاعت کس طرح کر سکتے ہیں تیرے پیرو تو رذیل لوگ ہیں۔

دوسرے پیغمبروں کو بھی عام طور سے لوگوں نے یہی جواب دیا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



انبیاء علیہم السلام کے ابتدائی پیرو اکثر غریب لوگ ہی ہوئے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ھم الذین یقولون لا تنفقوا علیٰ | یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مت خرچ کرو |
| من عند رسول اللہ حتی ینفضوا | ان لوگوں پر جو رسولِ خدا کے نزدیک ہیں تاکہ |
| وللہ خزائن السماوات والارض | وہ بھاگ جائیں اور حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں کے |
| ولکن المنافقین لا یفقھون ۝ | اور زمین کے خزانے خدا کے ہاتھ میں ہیں لیکن |
| یقولون لئن رجعنا الی المدینة | یہ منافق نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس |
| لیخرجن الاعز منھا الاذل۔ | پہنچے تو عزت والے وہاں سے ذلت والوں کو |
| وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین | نکال دیں گے حالانکہ عزت خدا کے لئے ہے |
| ولکن المنفقین لا یعلمون۔ | اور رسول کیلئے اور مومنوں کے لئے لیکن یہ |
| (۶۳ - ۷ و ۸) | منافق لوگ نہیں سمجھتے۔ |

کہتے ہیں کہ ایک سفر میں دو شخص لڑ پڑے۔ ایک ان میں سے مہاجر تھا اور دوسرا انصار میں سے۔ پھر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملا دیا۔ انصار میں سے منافق لوگ پس پشت کہنے لگے کہ اگر ہم ان مہاجرین کو اپنے شہر (مدینہ) میں جگہ نہ دیتے تو یہ ہم سے مقابلہ کیوں کرتے۔ ایک نے کہا تم ہی لوگ ان کی مالی امداد کرتے ہو تو یہ لوگ رسولؐ کے ساتھ جمع رہتے ہیں۔ ان کی خبر گیری چھوڑ دو تو خود بخود مدینہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ ایک نے کہا اب کے سفر سے ہم مدینہ پہنچیں تو مدینہ کے عزت دار لوگ ان بے قدرے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں۔ ایک صحابی نے یہ باتیں سنیں اور آنحضرتؐ کے پاس بیان کیں حضرت نے بلایا اور پوچھا تو قسمیں کھا گئے کہ اس نے ہماری دشمنی سے یہ کہا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں (موضح القرآن)

ان بدبخت مال داروں نے اپنے آپ کو عزت والا کہا اور نادار مہاجرین کو ذلیل بیان کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ عزت مال کے ساتھ نہیں۔ ایمان کے ساتھ ہے۔ عزت خدا کے لئے ہے، خدا کے رسول کے لئے ہے اور مومنین کے لئے۔ لیکن سرمایہ دار لوگ ہر زمانے میں اپنے آپ کو شریف اور غریب



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



لوگوں کو رذیل کہتے رہے ہیں افسوس اس بات کا ہے کہ اور لوگ بھی قریب قریب یہی سمجھتے ہیں ؎

در کیسہ زرے ہر کہ مہیا دارد | چوں نور بچشم ہمہ کس جا دارد
زرگر بسرے دوش چہ نیکو گفتا | اشراف کسے کہ اشرفی ہا دارد

ہر زمانے میں یہی حال رہا ہے لیکن اس زمانے میں بالخصوص جب کہ دنیا کی حکومتیں سرمایہ داری کے اصولوں پر قائم ہیں۔ عزت بھی دولت کے ساتھ ہے، شرافت بھی دولت کے ساتھ اور نجابت بھی دولت کے ساتھ۔ نیک سے نیک آدمی بھی اگر دولت مند نہیں تو رذیل ہے اور ذلیل۔ افراد کے جماعتوں کے اور اقوام کے تمام تر فسادات اسی ملعون سرمایہ دارانہ ذہنیت کا نتیجہ ہیں ؎

گویند بہ آدمی ہنر مے باید | یا اصلِ نجابت از پدر مے باید
اینہا ہمہ در زمانِ سابق بودند | بالفعل دریں زمانہ زر مے باید

فرعون کے پاس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خداوند کریم کا پیغام لیکر پہنچے تو اس ملعون نے بھی اپنی مالداری کے مقابلے میں موسیٰ کی بے زری کا ذکر کیا۔ اور اسی بنا پر ان کو ذلیل بتایا۔

ونادیٰ فرعونُ فی قومہٖ قال | اور فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا۔ اے
یٰقوم الیس لی ملکُ مصر وھذہِ | میری قوم۔ کیا میرے پاس مصر کی سلطنت نہیں
الانھار تجری من تحتی افلا تبصرون | اور یہ نہریں جو چلتی ہیں میرے نیچے۔ کیا تم
ام انا خیر من ھذا الذی ھو | نہیں دیکھتے۔ یقیناً میں بہتر ہوں اس شخص سے
مھین۔ (۴۳ - ۵۱ و ۵۲) | یہ تو ذلیل ہے اور رذیل۔

دیکھئے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات، آیاتِ بینات اور دلائل و براہین کے جواب میں کیا کہا۔ کسی دلیل کی تردید نہیں کی۔ کسی دلیل کے مقابلے میں کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ کوئی معقول بات نہیں کہی۔ کہا تو یہ کہا کہ اے میری قوم اس شخص کی باتوں میں نہ آنا۔ اس شخص کے دلائل و براہین پر کان نہ دھرنا۔ اس کے معجزوں سے مرعوب نہ ہونا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں یقیناً اس سے بہتر ہوں اور اس سے زیادہ تمہاری اطاعت کا حقدار ہوں کیونکہ میرے پاس مصر کی سلطنت ہے، میرے پاس زمینیں



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہیں۔ میرے پاس باغ ہیں، میرے پاس محل ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اور انھیں سیراب کررہی ہیں۔ اس شخص کے پاس کیا ہے نہ سلطنت، نہ مال و دولت، نہ زمینیں، نہ باغات نہ محلات۔ یہ تو ایک رذیل آدمی ہے۔

فرعون کی بدبخت قوم کے لئے یہ دلیل دلیلِ قاطع تھی۔ چنانچہ جب تک اُن پر قہرِ الٰہی نازل نہ ہوا حقیقتِ حال کو نہ وہ ملعون سمجھا نہ اس کی بدنصیب قوم۔ آج بھی دنیا کے سرمایہ دار فرعون ہی کہہ رہے ہیں اور غریب قومیں ان کی آواز پر لبیک کہہ رہی ہیں۔

**سرمایہ داری کی ایک اور مضرت**

سرمایہ داری کی ایک اور بڑی خطرناک اور تباہ کن مضرت جو قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ دولت مند آدمی انسانیت کی تکمیل اور بلندی مدارج کا معیار دولت ہی کو سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ دنیا میں جتنے انبیا علیہم السلام آتے رہے۔ دولت مند لوگوں نے ان کی نبوت کا انکار زیادہ تر اسی وجہ سے کیا۔ کہ وہ دولت مند نہیں۔ گویا سرمایہ دار لوگوں کے نزدیک پیغمبری بھی صرف سرمایہ دار لوگوں کا حق ہے۔ نادار لوگ یہ حق نہیں رکھتے کہ خدا انھیں نبی بنا کر دنیا میں بھیجے۔ بلکہ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر خدا کسی غریب کو پیغمبر بناتا بھی تو یہ ضروری تھا کہ وحی کے ساتھ اس کے پاس سیم وزر کے خزانے بھی بھیجتا۔

| | |
|---|---|
| وقالوا لولا نزل هذا القرآن على | اور انھوں نے کہا کہ یہ قرآن ان دونوں |
| رجل من القريتين عظيم۔ | بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اتارا |
| اهم يقسمون رحمت ربك۔ نحن | گیا کیا یہ لوگ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے |
| قسمنا بينهم معيشتهم في الحيوة | ہیں۔ ہم نے بانٹی ہے ان کے درمیان ان کی |
| الدنيا ورفعنا بعضهم فوق | دولت دنیا کی زندگانی میں۔ اور ہم نے بعضوں کے |
| بعض درجت ليتخذ بعضهم | مقابلے میں بعضوں کے درجے بلند کئے تاکہ ان میں |
| بعضا سخريا ورحمت ربك خير | سے بعض دوسروں کو محکوم بنائیں اور تیرے رب کی |
| مما يجمعون۔ (۴۳: ۳۱، ۳۲) | رحمت بہتر ہے اس مال سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔ |

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اسلام کی تبلیغ شروع کی تو عرب کے کافروں نے بھی بعینہ وہی بات کہی جو فرعون نے کہی تھی۔ دلائلِ نبوت کا اور تو کوئی جواب بن نہ پڑا۔ کہا تو یہ کہا کہ اگر خدا فی الواقعہ یہ قرآن نازل کرتا تو ضرور مکہ یا طائف کے کسی سردار پر نازل کرتا۔ اس غریب آدمی پر قرآن کس طرح نازل ہو سکتا تھا۔

ان کفار کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ کی رحمت یعنی دولت اور نبوت وغیرہ کا تقسیم کرنے والا اللہ خود ہے۔ یہ کافر سرمایہ دار رحمت کے تقسیم کرنے والے نہیں۔ خدا ہی دنیا کی دولت تقسیم کرتا ہے کسی کو زیادہ دیتا ہے کسی کو کم۔ کسی کا درجہ اونچا کیا کسی کا نیچا۔ کسی کو حاکم بنایا کسی کو محکوم۔ سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ تا کہ دنیا کے کام چلتے رہیں، نہ دولت کی تقسیم بندوں کے ہاتھ میں ہے نہ نبوت پر ان کا کچھ اختیار ہے۔ ان لوگوں کا اپنی دولت پر مغرور ہونا حماقت ہے، دولتِ دنیا تو ایک معمولی چیز ہے خدا کے خزانوں میں بڑی بڑی نعمتیں ہیں جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اگر ان کفار کو دولتِ دنیا دی تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت جو سب دولتوں سے بڑی دولت ہے لیکن ہر زمانے میں سرمایہ دار لوگ یہی سمجھتے رہے کہ خدا کی تمام رحمتوں کے حقدار وہی ہیں اور کوئی نہیں۔

| | |
|---|---|
| فلعلک تارکٌ بعض ما یوحیٰ | شاید تو چھوڑ دینے والا ہے بعض وہ چیز جو تیری |
| الیک وضائقٌ بہ صدرک ان | طرف وحی کی جاتی ہے اور تنگ ہو جاتا ہے |
| یقولوا لولا انزل الیہ کنزٌ او | اس سے تیرا سینہ اس لئے کہ کہیں یہ لوگ یہ نہ |
| جاء معہ ملک انما انت نذیر | کہیں کہ اس پر خزانہ کیوں نہ اتارا گیا یا اس کے |
| واللہ علی کل شیءٍ وکیل۔ | ساتھ فرشتہ کیوں نہ آیا۔ بات یہ ہے کہ تو صرف ڈرانے |
| (۱۱ - ۱۲) | والا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام چیزوں پر کارساز ہے۔ |

اللہ تعالیٰ رسول کریمؐ کو تسلی دیتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ ان نامراد کافروں کے طعنوں سے پریشان ہو کر تبلیغ کو نہ چھوڑیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر آپ سچے نبی ہوتے تو آپ پر زر و مال کے خزانے اترتے یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ آتا۔ آپ ان بیہودہ باتوں پر افسردہ خاطر نہ ہوں۔ آپ صرف خدا کا



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پیغام لوگوں تک پہنچانے کے ذمہ وار ہیں۔ اس سے زیادہ آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں تبلیغ کرتے جائیے۔
باقی باتوں کو اللہ پر چھوڑئیے یہ کافر جانیں اور خدا۔

جو بات عرب کے کفار نے کہی وہی بات فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہی تھی۔

فلولا اُلقی علیہ اسورۃ من ذھب — پس کیوں نہ ڈالے گئے اس پر سونے کے کنگن۔

اوجاء معہ الملئکۃ مقترنین (۴۳-۵۳) — یا اس کے ساتھ فرشتے پرا باندھ کر آتے۔

یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام سچے پیغمبر ہوتے تو ان پر سونے کے کنگنوں کی بارش ہوتی یا کم از کم ان کے
فرشتوں کی صفیں ہوتیں۔

سرمایہ دار آدمی بے سرمایہ لوگوں کو فی الواقعہ کسی چیز کے قابل نہیں سمجھتے۔ اور یہ سرمایہ دارانہ
ذہنیت جیسے پہلے تھی ویسے ہی آج بھی کارفرما ہے ؂

نفسِ ماہم کم تراز فرعون نیست — لیک اورا عون مارا عون نیست

جس طرح دولت مند لوگ نبوت کو سرمایہ داروں کا حق سمجھتے تھے اسی طرح وہ امارت، ریاست
اور سلطنت کو بھی صرف دولت مندوں کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| وقال لھم نبیھم ان اللہ قد | اور ان کے نبی نے ان کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے |
| بعث لکم طالوت ملکا۔ قالوا انّٰی | طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انھوں نے |
| یکون لہ الملک علینا ونحن احق | کہا کہ اسے بادشاہی کس طرح مل سکتی ہے۔ ہم اس |
| بالملک منہ ولم یوت سعۃ | سے زیادہ بادشاہی کے حقدار ہیں۔ اس کو تو |
| من المال۔ قال ان اللہ اصطفٰہ | مال کی کشائش حاصل نہیں۔ نبی نے جواب دیا کہ |
| علیکم وزادہٗ بسطۃً فی العلم | اللہ نے اس کو تم پر بادشاہ منتخب کیا اور اس کو |
| والجسم۔ واللہ یؤتی ملکہٗ من | علم میں اور جسم میں کشادگی دی اور اللہ جسے |
| یشاء واللہ واسعٌ علیم۔ | چاہتا ہے اپنا ملک دیدیتا ہے اور اللہ کشائش والا |
| (۲-۲۴۷) | اور جاننے والا ہے۔ |



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک مدت تک بنی اسرائیل کا کام بنا رہا۔ پھر جب ان کی نیت بری ہوئی تو ان پر کافر بادشاہ جالوت مسلط ہوا۔ ان کے اطراف کے شہر چھین لئے اور لوٹا۔ اور بنی اسرائیل کے بہت آدمیوں کو قید کرلیا۔ وہاں سے بھاگے ہوئے لوگ بیت المقدس میں جمع ہوئے اور حضرت سموئیل پیغمبر علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہم پر کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اس کی سرداری میں جالوت سے لڑیں۔

جب وحی الٰہی کے مطابق حضرت سموئیلؑ نے بنی اسرائیل کو بتایا کہ خداوند تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے تو بنی اسرائیل کے سرمایہ دار چلا اٹھے کہ طالوت ہمارا بادشاہ کس طرح بن سکتا ہے وہ تو کسب کرکے روٹی پیدا کرتا ہے اور دولت مند نہیں۔ ہم لوگ مالدار ہیں۔ بادشاہی ہمارا حق ہے۔ پیغمبر نے جواب دیا کہ بادشاہی خدا کی ہے جسے چاہے دے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ طالوت تم سب سے علم اور جسم میں بڑھ کر ہے۔

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ امیر کے انتخاب میں دولت مندی نہیں بلکہ علمی اور جسمانی فضیلت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمیشہ علم کے مقابلے میں دولت کی زیادہ قدر ہوتی ہے اور آج بھی ہو رہی ہے ؎

کسبِ کمالِ اہلِ جہاں کسبِ زر بود　　علامہ آں بود کہ زرش بیشتر بود

**سرمایہ داروں کی غریب کشی**

سرمایہ دارانہ ذہنیت کی ایک اور مضرت جو قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے اور جو ہر روز خود ہمارے تجربے میں بھی آتی ہے یہ ہے کہ سرمایہ دار لوگ۔ فقرا اور مساکین کی امداد کرنا تو درکنار، ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں کہ غریب آدمیوں کے منہ کا لقمہ بھی چھین لیں اور اپنے خزانے کو معمور کریں۔ بڑے بڑے کارخانہ دار امیر جو بھوکے ننگے اور بیمار مزدوروں کے پسینے کی کمائی سے روزانہ ہزاروں روپے منافع حاصل کرتے ہیں۔ رات دن اسی خیال میں رہتے ہیں کہ ان مزدوروں کی روزانہ مزدوری اور کم ہو جائے۔ اور خود اُن کے خزانے اور زیادہ بھر جائیں۔ عام طور سے کارخانوں میں جو مرد عورت بوڑھے اور بچے کام کرتے ہیں۔ ان میں سے نوے فی صدی کی صحت خراب ہوتی ہے اور ان کو



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ تاہم کارخانہ دار ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے کہ کسی نہ کسی حیلے سے ان مسکینوں کی اجرت کم ہو جائے۔ زندگی کے ہر شعبے میں یہی ذہنیت کارفرما ہے۔

| | |
|---|---|
| وھل اتٰك نبؤ الخصم اذ تسوروا | کیا آئی ہے آپ کے پاس خبر جھگڑنے والوں کی |
| المحراب ٥ اذ دخلوا علیٰ داود | جب وہ دیوار پر چڑھ کر عبادت خانے میں اتر آئے |
| ففزع منھم قالوا لا تخف خصمٰن | جب وہ داؤد کے پاس پہنچے تو وہ ان سے ڈرا۔ |
| بغیٰ بعضنا علیٰ بعضٍ فاحکم | انھوں نے کہا آپ ڈریں نہیں ہم دو جھگڑنے والے |
| بیننا بالحق ولا تشطط واھدنا | ہیں۔ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے آپ ہمارے |
| الیٰ سواء الصراط ٥ ان ھٰذا | درمیان درست فیصلہ کر دیں اور زیادتی نہ کریں |
| اخی۔ لہٗ تسعٌ وتسعون نعجۃ | اور ہمیں سیدھا راستہ دکھائیں یہ میرا بھائی ہے |
| ولی نعجۃ واحدۃٌ۔ فقال اکفلنیھا | اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس |
| وعزنی فی الخطاب ٥ قال لقد | صرف ایک دنبی ہے یہ مجھے کہتا ہے کہ اپنی مجھے دیدو |
| ظلمك بسؤال نعجتك الیٰ | اور باتوں میں مجھ پر غلبہ کیا ہے حضرت داؤد نے |
| نعاجہ وان کثیرا من الخلطاء | کہا کہ اس نے اپنی دنبیوں میں شامل کرنے کے لئے |
| لیبغی بعضھم علیٰ بعضٍ | تیری دنبی کو مانگ کر تجھ پر ظلم کیا ہے فی الواقعہ اکثر |
| الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت | شرکت والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے |
| وقلیلٌ ماھم۔ | ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے |
| (۳۸۔ ۲۱ تا ۲۴) | اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ |

ان آیات کے اسبابِ نزول سے یہاں بحث نہیں۔ صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اس قصے میں اس سرمایہ دارانہ ذہنیت کا ذکر ہے جو اوپر بیان ہو چکی۔

فریقین میں سے ایک ننانوے دنبیوں کا مالک ہے دوسرے کے پاس صرف ایک دنبی ہے ننانوے دنبیوں والا اس ایک دنبی والے سے اس کی ایک دنبی بھی لے لینا چاہتا ہے۔ دولتمند لوگ



© rasailojaraid.com